مطبوعات

پاسدارانِ دعوت و عزیمت : از جناب منیر خلیلی صاحب ۔ حسن البناء اکیڈمی ، راولپنڈی ۔ ناشر ، دارالکتب ، گارڈن کالج روڈ ، راولپنڈی ۔ متوسط کتابت و طباعت ۔ صفحات ۱۶۶ ۔ قیمت درج نہیں ۔

یہ دور جب کہ ملکوں ملکوں میں دعوتِ اسلام اور تجدید و احیائے اسلام کی مساعی عمل میں آ رہی ہیں ، کہیں تیز تیز اور زور دار ، کہیں آہستہ آہستہ اور نرم خیز۔۔۔ پھر ایسی مساعی کے مرتکبین کو طاغوت زدہ یا نافہم حکومتیں استبداد کی چکی میں پیستی ہیں اور ان کو ترغیب و تحسین خداوندانِ باطل کی طرف سے ملتی ہے ۔ لیکن کچلے پسے ہوئے خدا پرستوں میں پھر سے نئی قوت ابھر آتی ہے اور وہ پھر دعوتِ حق کا علم بلند کر دیتے ہیں ۔ اس طرح تاریخ کے سمندر میں جب اسلامی دعوتِ انقلاب کی لہریں بلند ہوتی ہیں تو جو ہستیاں ان کو اٹھانے اور سربلند رکھنے والی ہوتی ہیں ، غالباً" منیر خلیلی صاحب کی نگاہ جوہر شناس ایسی ہی شخصیتوں پر مرتکز ہوئی ہے ' اور انہوں نے ایمانی شعور اور والہانہ جذبات کے ساتھ ان کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں جذب ہو کر رہ جاتی ہیں ۔ منیر صاحب نے پاسدارانِ دعوت و عزیمت کے احوال و مقامات پیش کرتے ہوئے اپنی نازک ذمہ داری کو یوں محسوس کیا ہے " ہم پل صراط عبور کر رہے ہیں "۔

منیر صاحب نے اس دورِ افتراق کی پیدا کردہ گروہ بندیوں سے بالا تر ہو کر عالمِ اسلام میں جہاں کہیں اسلام کی مہر منیر کی روشنی کے چشمے اُبلتے دیکھے ، وہیں نگاہیں جما دیں ۔ جن بڑے آدمیوں یا رجالِ عظیم کا ذکر اس کتاب میں ہے ان کی شخصیتوں کی بڑائی کا فیصلہ اس معیار سے کیا گیا ہے کہ "کسی شخصیت پر قرآن کا کتنا رنگ ہے اور وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اپنے اندر کتنا عکس رکھتی ہے "۔

کتاب میں باب اوّل شیخ احمد یاسین (تحریک انتفاضہ فلسطین) کے بیان سے کیا گیا ہے۔ اپنی

سرسری تاثراتی واقفیت کے مقابلے میں جب شیخ کے تفصیلی احوال کو پڑھا تو حیران رہ گیا کہ اس شخصیت نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیے ' خصوصاً" ایک حادثہ میں گردن کے مہرے ٹوٹ جانے کے بعد جب وہ لحم و استخوان کا بہت ہی معذور ڈھانچہ بن کر رہ گئے تو نہ جانے کیسے ایمانی جذبے سے وہ تحریک انتفاضہ کے سربراہ بلکہ روح ورواں بن گئے اور اسرائیل اور مغرب کے لیے باعثِ صد پریشانی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا بھی انہیں بطورِ خاص مرجع بنا دیا۔ اس دوران میں انہوں نے کئی کئی ہجرتیں کیں اور جیل میں بھی رہے ۔ مگر جسمانی طور پر شدید معذور ہستی کے ایمانی جہاد میں کوئی فرق نہ آیا ۔ اور داد دیجئے اس عظیم خاتون حلیمہ حسن یاسین کو جس نے شیخ کی ساری معذوریوں کے ساتھ اپنی زندگی مناکحت کے لیے پیش کر دی اور پھر ان کو کرسی پر اِدھر اُدھر لے جانے کے علاوہ ان کی صفائی ستھرائی اور تمام ضروریات و مسائل کی ذمہ داری لی ۔ ہزار مغرب پرست ماڈرن لڑکیاں اور بیگمات اس کے پاؤں کی جوتی پر نثار!

پھر مصر کے حافظ سلالہ کا تذکرہ پڑھا تو اس نے اور بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ۔

حافظ سلالہ یہودیوں کے خلاف ۱۹۴۹ء کی جنگ میں شریک ہوئے ۔ پھر معرکہ نہر سویز ۱۹۵۶ء میں محاذ آرا ہوئے ۔ ۱۹۷۳ء میں جب سویس شہر کو مصری فوجی کمانڈر نے لاؤڈ اسپیکروں سے خالی کرنے کا اعلان کر دیا تو حافظ سلالہ نے جوابی اعلان یہ کیا کہ سویس خالی نہیں کیا جائے گا اور ہم جیتے جی دشمن کو قابض نہیں ہونے دیں گے ' بلکہ بچہ بچہ گلی گلی میں لڑے گا ' اسرائیلیوں کو سنا دیا گیا کہ سویس کا محاذ قائم ہے ۔ اس اعلان پر شہر کے تمام لوگ تیار ہو کر سڑکوں پر آ گئے۔ فوج نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی پلٹ آئی ۔ چنانچہ اسرائیلی فوج پیچھے ہٹ گئی ۔ حافظ سلالہ کو "دیوانہ بوڑھا" اور "بوڑھا شیر" کہا جانے لگا۔ اخوان کے خلاف ناصر کے فرعونی ظلم کے بعد حافظ سلالہ نے از سرِ نو تحریکِ نفاذِ شریعت کے لیے تنظیم کھڑی کر لی ۔ سادات کے بعد (جسے حافظ سلالہ ہی نے ختم کیا تھا) ۱۹۸۱ء میں جب حسنی مبارک اپنے پیشرو کی خون آلود گدی پر بیٹھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ اخوان نے جو تحریک اٹھائی تھی ' وہ دوسرے روپ میں ابھر آئی ہے ۔ پھر قید و بند اور حکومت سے آویزش کی آزمائش شروع ہو گئی۔ لیکن حافظ سلالہ کا کام جاری رہا۔

پھر اہم تذکرہ ترکی کے صالح اوزجان کا ہے ۔

جدید ترکوں کے الغائے خلافت نیز اسلامی عبادات اور اقدار و آثار کو مٹانے اور اسلامیت کے بجائے مغربی سیکولرازم اور دین و ریاست کا انقطاع ' اور معاشرت و تعلیم میں مغرب کی تقلیدِ مُطلق نے وہ پس منظر مہیا کیا جس نے اندر ہی اندر بیشمار لوگوں پر اثر ڈالا ہو گا ' اسی نے صالح

اوزجان کے سینے میں ایمان کو بیدار کیا۔ مصر میں تعلیمی دور گزارنے کے بعد شیخ بدیع الزمان نورسی کی نوری تحریک سے تعلق پیدا کر لیا۔ زیر زمین کام کرتے کرتے صالح اوزجان کے حلقے کا اثر عدنان مندریس، اور وزیر اوقاف تک جا پہنچا۔ اس نوجوان نے علامہ نورسی کے عربی لٹریچر کا ترکی میں ترجمہ کیا، مولینا مودودیؒ کے رسالہ شہادتِ حق کا ترجمہ بھی کیا۔ حسن البنا، سید قطب اور عبدالقادر عودہ کے افکار کو پھیلایا۔ آخر اسلام کی آواز پارلیمینٹ میں جا پہنچی۔ اسلامی اداروں اور اقدار و شعائر پر عائد پابندیوں کو ہٹانے کا آغاز ہوا۔ باقی تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ چند مثالیں دینے کے بعد قارئین سے درخواست ہے کہ صبری قوتشی (البانیہ) شیخ عبد اللہ عزام شہید (فلسطین) عیسیٰ یوسف البتگین (مشرقی پاکستان) پروفیسر غلام اعظم (بنگلہ دیش) اور شیخ محمد الغزالی (مصر) کے حالات کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ تمام شخصیتوں کے اجمالی تعارف کے لیے بھی خاصی جگہ چاہیے۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ منیر خلیلی صاحب نے بہت اچھی، سادہ اور دل کش زبان میں کتاب لکھی ہے اور یہ کہیں محسوس نہیں ہوتا کہ مصنوعیت سے کام لیا گیا ہے۔ (ن۔ص)

آئینۂ پرویزیت: تصنیف مولینا عبد الرحمٰن کیلانی۔ ناشر مکتبہ السلام۔ وسن پورہ، گلی نمبر ۲۰، لاہور۔ ہلکے کاغذ پر باریک کتابت، ہر حصہ سو، سوا سو صفحے کا۔

انتہائی مختصر اظہار رائے کرتا ہوں کہ دور معتزلہ سے لے کر طلوعِ اسلام تک (دوسری صدی ہجری تا ۱۴۱۱-۱۴۱۳ھ) مختلف طرز کے منکرینِ حدیث کے مکاتب کے احوال پیش کیے ہیں۔ نوعیتِ مباحث علمی ہے اور حوالوں اور اقتباسات کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ یہ کوشش اپنے موضوع پر جامع ہے اور اس سے استفادہ اس لیے اشد ضروری ہے کہ ملحدوں، فطرت پرستوں، انحراف پسندوں اور بے حدود و قیود زندگی بسر کرنے کے شائقین جن میں اغیار پرست اور سیکولر نظریات کے فدائی شامل ہیں، ان سب نے اسلام کا کھلا کھلا انکار کرنے کی بجائے احادیث (یا سنت) سے انکار کر کے گویا قرآن کے متعین عملی مفاہیم کو بدل ڈالنا اور آیات و الفاظ کو من مانے معنی پہنانا، اور مختلف احکام کو قرونِ اولیٰ کے ساتھ وابستہ قرار دے کر بگٹٹ قسم کی اجتہادیت (ضمناً تقلیدِ اغیار کی آزادی) کا راستہ اختیار کیا۔ فتنۂ انکارِ حدیث جس کے اس دور میں معلم مستشرقین ہیں، ہمارے دانشور طبقوں پر بھوت پریت کے سایہ کی طرح آباد ہوا۔ اس کے اثرات سیاست اور معاشرے پر پڑ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں کیلانی صاحب کی یہ محنت بہت مفید ہے۔

(ن۔ص)